جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۲۲)

(گزشتہ سے پیوستہ)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً، وَّاتَّقُوا اللّٰهَ، لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ، لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ، وَجَنَّةٍ

ایمان والو، (آگے بھی خدا کی مدد چاہتے ہو تو) یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو[199] اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ اور اُس آگ سے بچو جو منکروں کے لیے تیار کی گئی ہے اور اللہ و رسول کے فرماں بردار رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔[200] اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف ایک

[۱۹۹] اس سے مقصود یہ نہیں ہے کہ ممنوع صرف سود در سود ہے، بلکہ صورت حال کی تصویر اور اس کے نفرت انگیز ہونے کو ظاہر کرنے کے لیے یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ (۲) کی آیت ۲۷۳ 'لا یسئلون الناس الحافاً' میں بھی یہی اسلوب ہے۔ استاذ امام اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''... اصل مقصود سوال کرنے کی نفی ہے، 'الحافاً' کی قید اس کے ساتھ صرف سوال کرنے والوں کی عام حالت کی تصویر اور اس کے گھنونے پن کے اظہار کے لیے لگائی ہے۔ مثلاً فرمایا ہے کہ 'لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ'* (اپنی اولاد کو فقر کے اندیشے سے قتل نہ کرو)۔ اس میں ممانعت درحقیقت قتل کی ہے، 'خشیة املاق' کی

* بنی اسرائیل ۱۷: ۳۱

عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ، اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ فِي
السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ، وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ، وَالۡعَافِيۡنَ عَنِ النَّاسِ، وَاللّٰهُ يُحِبُّ
الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً، اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ، ذَكَرُوا اللّٰهَ

دوسرے سے آگے بڑھو جس کی وسعت زمین و آسمان جیسی ہے، اُن پرہیز گاروں کے لیے تیار کی گئی ہے جو ہر حال میں خرچ کرتے ہیں[۲۰۱]، خواہ تنگی ہو یا کشادگی، اور (جن پر خرچ کرتے ہیں، اُن کی طرف سے زیادتی بھی ہو تو) غصے کو دبا لیتے اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں[۲۰۲] ـــــ (یہی خوب کار ہیں) اور اللہ اِن خوب کاروں کو دوست رکھتا ہے ـــــ اور جن کا معاملہ یہ ہے کہ جب کوئی بدکاری اِن سے ہو جاتی

قید محض اس کے گھنونے پن کو واضح تر کرنے کے لیے ہے۔ یا فرمایا ہے کہ 'لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً' (اور سود نہ کھاؤ دوگنا چوگنا کر کے)۔ اس میں ممانعت دراصل سود کھانے کی ہے۔ 'اضعافاً مضاعفة' کی قید محض اس کی کراہت کو نمایاں کرنے کے لیے ہے۔ یا فرمایا ہے: 'لَا تُكۡرِهُوۡا فَتَيٰتِكُمۡ عَلَى الۡبِغَآءِ اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا'* (اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، اگر وہ قید نکاح میں آنا چاہتی ہیں)۔ اس میں بھی مقصود مطلق اکراہ کی ممانعت ہے، 'ان اردن تحصناً' کی قید محض اس کے گھنونے پن کے اظہار کے لیے ہے۔'' (تدبر قرآن ۱/ ۶۲۴)

پھر یہاں چونکہ انفاق میں سبقت کی دعوت دی گئی ہے، اس لیے یہ واضح کرنا بھی پیش نظر ہے کہ مسابقت کا میدان اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی جنت ہے نہ کہ سود کی زیادہ سے زیادہ مقدار جس کو سمیٹنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے دنیا کے یہ طلب گار سر دھڑ کی بازی لگاتے ہیں۔

[۲۰۰] اس سے معلوم ہوا کہ اس تنبیہ کے بعد بھی جو لوگ سود کھانے پر مصر رہیں گے، وہ منکر ہیں اور ان کا انجام وہی ہوگا جو قرآن میں منکروں کے لیے بیان ہوا ہے۔

[۲۰۱] یعنی اس وسعت کے باوجود انسان اگر چاہے تو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس جنت کو خرید سکتا ہے جس کی یہ تمثیل بھی کہ وہ زمین و آسمان جیسی ہے، بہر حال ایک تمثیل ہی ہے۔

[۲۰۲] یہ اس لیے فرمایا ہے کہ اکثر مال داروں کے پاس مال تو ہوتا ہے، لیکن اس کی نسبت سے ظرف نہیں ہوتا، لہٰذا وہ سائلوں کے غلط رویے پر ان کو جھڑک کر یا ان پر غصے کا اظہار کر کے اپنے انفاق سے ثواب کمانے کے بجائے

* النور ۲۴: ۳۳۔

www.javedahmadghamidi.com
www.almawrid.org

فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِهِمۡ، وَمَنۡ يَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَمۡ يُصِرُّوۡا عَلٰى مَا فَعَلُوۡا، وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓـئِكَ جَزَآؤُهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ، وَجَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ، خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا، وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ ﴿۱۳۶﴾

ہے یا اپنے حق میں کوئی برا کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں — اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخش دے — اور جانتے بوجھتے اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے[۲۰۳]۔ یہی ہیں کہ جن کا صلہ اُن کے پروردگار کی مغفرت ہے اور وہ باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور کیا ہی اچھا صلہ ہے یہ نیک عمل کرنے والوں کے لیے۔ ۱۳۰۔۱۳۶

الٹا گناہ کما لیتے ہیں۔

[۲۰۳] یہ انفاق کے راستے کی ایک نہایت اہم مزاحمت کا بیان ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... جس طرح سود خوری کی علت روپے کی ایسی تونس پیدا کر دیتی ہے کہ آدمی کے لیے کسی اچھے کام میں خرچ کرنا پہاڑ ہو جاتا ہے، اسی طرح بدکاری اور عیاشی کی چاٹ بھی کسی نیکی کے کام میں خرچ کرنے کی راہ بند کر دیتی ہے۔ جو لوگ اس راہ پر چل پڑتے ہیں، وہ اپنی خواہشوں کے ہاتھوں اس طرح بے بس ہو جاتے ہیں کہ ان کو کسی اور طرف نگاہ کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ اس وجہ سے قرآن نے انفاق کی تعلیم کے سلسلے میں جہاں سود خوری سے روکا ہے، وہیں بدکاری و بے حیائی اور اس کے لازمی نتیجہ اسراف و تبذیر سے بھی روکا ہے۔“ (تدبر قرآن ۲/۱۷۹)

[باقی]